Fikr-o-Nasar (Islamabad) 8:2 (1970)

مغربی افریقہ میں فلانیوں کی اصلاحی تحریکات

اور

اسلام

ڈاکٹر مصطفیٰ محمد مسعد، اسسٹنٹ پروفیسر جامعہ اسلامیہ ام درمان سوڈان

اردو ترجمہ : محمود احمد غازی

اس مضمون میں مغربی افریقہ سے ہماری مراد وہ علاقے ہیں جن کو اس سے قبل مغربی سوڈان کے نام سے یاد کیا جاتا تھا جغرافیائی اعتبار سے یہ علاقے دریائے سینیگال کے دہانے سے لیکر مشرق میں دریائے نائیجر کے موڑ تک ہے قرون وسطیٰ اور جدیدہ سے لیکر انیسویں صدی عیسوی کے آخر تک مغربی سوڈان کی تاریخ پر دو گہرے اثرات پڑے ہیں۔ پہلا اثر بربری قبائل کے ترک وطن اور پے در پے حملوں بالخصوص ملثمین قبائل کے جنوب میں حبشیوں کے سکونت پذیر علاقوں پر یلغار کی وجہ سے ہوا۔ دوسرا اثر ان علاقوں کے اصل باشندوں پر بیرونی حملہ آور ملثمین قبائل سے میل جول، ربط ضبط، ان سے اثر پذیری اور ان کے مذہبی، فوجی اور معاشرتی نظاموں کا بڑا حصّہ اپنا لینے کی وجہ سے ہوا۔ ملثمین قبائل کی قیادت ان کے اسلام قبول کر لینے کے بعد بالترتیب لمتونہ اور جدالہ قبیلہ کے حصّے میں آئی۔ یہ لوگ مغرب اور اقوام مغرب نیز ان کی تہذیب و ثقافت اور جنوب میں بحر زنجی کے درمیان نقطۂ اتّصال تھے۔ انہی لوگوں نے مغربی افریقہ میں اوّل اوّل اسلام پھیلایا تھا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ مغربی افریقہ دو اسلامی لہروں سے بہت متاثّر ہوا۔ اوّلاً اسلام کا وہاں پہنچنا اور گیارھویں صدی مسیحی سے لیکر تقریباً سات سو سال تک آہستہ آہستہ اس کا وہاں پھیلتے رہنا، ثانیاً جہاد پر مشتمل تحریکات کے اثرات جنھیں انیسویں صدی عیسوی میں فلانیوں نے اٹھایا (۱)

(1) TRIMINGHAM, J.S: ISLAM IN WEST AFRICA, P. 24

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad.
http://iri.iiu.edu.pk/

پہلی لہر کے ہراول دستہ میں وہ ملثمین قبائل تھے جنہوں نے ملک میں داخل ہونے کے لئے پُرامن طریقہ یا جنگ کے بعد فاتحانہ انداز سے مغربی افریقہ میں اسلام پھیلانے کیلئے کوششیں کیں۔ اگرچہ گیارھویں صدی عیسوی میں جدالہ قبیلہ کی قیادت میں مرابطین نے جو تحریک شروع کی تھی وہ نہایت قلیل مدت میں ختم ہو گئی تاہم وہ اسلام کی راہ سے اس سب سے بڑی رکاوٹ کو دور کرنے میں کامیاب ہو گئی جو جنوبی علاقوں میں اسلام کی ترقی کی راہ روکے ہوئے تھی۔ چنانچہ انہی کے ہاتھوں گھانا کی بُت پرست حکومت کا زور ٹوٹا اور وہاں کے بادشاہوں نے اسلام قبول کر کے خلوص دل سے اس کے لئے کام شروع کیا اور اپنے وسائل سے اسلامی تعلیمات کو پھیلانے لگے۔ اسی طرح گھانا کے باشندوں کی بڑی اکثریت مسلمان ہو گئی۔ اب مرابطین کے مبلّغین کے لئے یہ ممکن ہو گیا کہ وہ دریائے سینگال کے آس پاس اور سینگال اور نیجر کے درمیانی علاقوں میں اسلام کی تبلیغ کر سکیں۔ مرابطین ہی کے عہد میں تنبکت کا شہر تعمیر ہوا۔ اور شہر گنی تک اسلام پھیل گیا، یہ دونوں سودانی شہر اسلامی ثقافت کے سب سے بڑے مرکز اور دریائے نیجر کے کناروں پر سودانی تجارت کی دو اہم منڈیاں بن گئے۔ اس مرحلہ پر پہلی اسلامی لہر نہایت قوت پکڑ گئی تھی۔ گو اس کی رہنمائی کرنے والے بربر نہیں تھے بلکہ وہاں کے مقامی باشندے تھے جنہوں نے اسلام قبول کر کے اسلامی تہذیب و تمدن کا بڑا حصہ اپنا لیا تھا۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو خالص زنگی تھے اور وہ بھی جو زنگیوں اور بربریوں کی مخلوط نسل سے تعلق رکھتے تھے اور اپنے سابقہ سیاسی اور فوجی تجربات سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے انہوں نے مالی، سنگی، برنو، کانم اور ہوسا جیسی وسیع اسلامی سلطنتیں قائم کر دی تھیں (۲)۔ اس مرحلہ میں ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ کس طرح یہ سودانی اسلامی ریاستیں دوسری معاصر اسلامی ریاستوں سے تعلیمات، فوج کشی اور اُن کے انتظامی اصولوں سے بہت کچھ اخذ کرتی ہیں۔ وہ عربی زبان کو سرکاری خط و کتابت کا ذریعہ بناتی ہیں علمی سرگرمیوں کی ہمت افزائی کرتی ہیں، علماء و فقہا کی سرپرستی کرتی ہیں، مسجدیں اور مدارس قائم کرتی ہیں اور عالم اسلام کے علماء کو خوش آمدید کہتی ہیں۔ اس طرح تنبکت، گنی اور رغاؤ کی یونیورسٹیوں اور ثقافتی مراکز میں اسلامی علوم و فنون کا بڑا چرچا ہونے لگا اور مغربی سودانی علاقوں کے بہت سے طلباء عالم اسلام کے ثقافتی مراکز مثلاً مصر، مغرب اور حجاز میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے جانے لگے (۳)۔

---

(۲) حسن احمد محمود:- الاسلام والثقافۃ العربیۃ فی افریقیہ، ج ۱، ص ۲۱۹ - ۲۳۶

(۳) HODGKIN, T, : ISLAM AND NATIONAL MOVEMENTS IN WEST AFRICA, JOURANAL OF AFRICAN HISTORY VOL. III, 1962. P.323-4.

چونکہ ان سوڈانی سلطنتوں کی مدت و بقاء کا کم و بیش ہونا ان کے فوجی ساز و سامان کی قوت اور انکے انتظامی اداروں کی سلامتی پر موقوف تھا۔ اس لئے جب ان چیزوں میں خلل پڑ جاتا ملک کو بربری اور زندگی قبائل کی تباکاریوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ اور اپنا اثر و رسوخ اور غلبہ حاصل کرنے کے لئے وہی کردار ادا کرنا پڑتا جو ان کے پیش رووں نے کیا تھا۔ یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں کہ مغربی افریقہ کی اسلامی دنیا کو مراکش کے قبضے کی وجہ سے جس نے سولھویں صدی عیسوی کے آخر میں سنغی کی ریاست کو ختم کر ڈالا تھا جس سے اس ملک کے امن و امان کی خرابی کے باعث اقتصادی و ثقافتی حالات خراب ہو گئے۔ صحرائے افریقہ کی راہ سے ہونے والی سوڈانی تجارت میں گڑبڑ ہو گئی۔ تنبکت کے علماء بے گھر ہو گئے اور یونیورسٹیوں کا نظام درہم برہم ہو گیا۔ دوسری طرف سیغو[(۴)] جیسی بت پرست ریاستوں کا اثر و رسوخ بڑھنے لگا۔ مراکشی قبضہ کی وجہ سے ان کے یہاں باقی رہ جانے والے بڑے بڑے افسر (باشادات) سیغو کے بت پرست بادشاہوں کے زیر نگیں ہو گئے۔ مزید برآں مشرک مملکت میں آباد ہونے والی تمام اسلامی منتشر اقلیتوں کے ساتھ ذمیوں کا سا برتاؤ کیا جانے لگا۔ ان پر جزیہ عائد کر دیا گیا۔ انھیں شریعت اسلامیہ پر عمل کرنے سے روک دیا گیا۔ وہ ایسے ملکی قوانین کے تابع ہو گئے جو بت پرستانہ رسم و رواج پر مبنی تھے۔ اس وقت کے بیشتر مسلمان امراء اور ان کے ابن الوقت ماتحتوں نے اس ظلم و جمود کے سائے تلے زندگی گزارنا گوارا کر لیا۔ صرف ایک مختصر سی نیکوکار و تقویٰ شعار جماعت ایسی تھی جسے ایک ایسے مصلح کے ظہور کا انتظار تھا جو مسلمانوں کی صحیح راہنمائی کرے اور دین کو اس پستی سے نکال لے (۵)

یہ اصلاح منتظر انیسویں صدی عیسوی کے شروع میں فلانیوں کے ہاتھوں وجود میں آئی۔ یہاں سے وہ دوسری اسلامی لہر شروع ہوتی ہے جس نے سو سال کے اندر مغربی افریقہ میں اسلام اور اسلامی تہذیب کی وہ خدمت کی

---

(۴) WALLIS J.R. : JIHAD FI SABIL ALLAH, ITS DOCTRINAL BASIS IN ISLAM AND SOME ASPECTS OF ITS EVOLUTION IN 19TH CENTURY WEST AFRICA JOURNAL OF AFRICAN HISTORY VOL. VIII, No.3, 1967, P.400

(۵) محمود کعت التنبکتی : تاریخ الفتاش فی اخبار البلدان والجیوش و اکابر الناس، ص ۱۷۔

جو پہلی لہر سات سو سال کے عرصہ میں نہ کر سکی تھی۔

یہ سب جانتے ہیں کہ اُنیسویں صدی عیسوی میں اسلامی دنیا میں تجدیدی تحریکات، پُرامن تبلیغ کے ذریعے اصلاح احوال اور مسلمانوں کو جمود سے نکالنے کے لئے نہایت پُرخلوص مساعی کی گئیں۔ عُلمائے فلان کے مجددین کے ہاتھوں ان تجدیدی کوششوں کا دائرہ مغربی سوڈان کے علاقوں تک وسیع ہو گیا۔ یہ اصلاحی مساعی تین مختلف تحریکات میں ہمارے سامنے آتی ہیں۔

۱۔ ہوسا کے علاقے میں شیخ عثمان بن فودی کے زیر کمان جہاد کی تحریکات۔

۲۔ مہدوی تحریکات جن کا نمونہ ہمیں احمد ولو بو اور ان کے صاحبزادے شیخو احمدو کی ان تحریکات میں ملتا ہے جو سینیگال اور نائیجیریا کے درمیان ماسنہ کے علاقوں میں چلائی گئیں۔

۳۔ تصوف کی تحریک جو سینیگال میں حاجی عمر بن سعید فوتی کی قیادت میں تیجانی تحریک میں نظر آتی ہیں۔

ہوسا کا علاقہ جہاں پہلی تحریک (تحریک عثمان بن فودی) شروع ہوئی آج کل شمالی نائیجیریا کہلاتا ہے ہوسا ان اقوام کو کہا جاتا ہے جو ہوسا زبان بولتی ہیں (۶) اس خطہ میں سات حکومتیں قائم ہوئیں جن کو ہوسا بکوی (سات ہوسائی ملک) کہا جاتا ہے۔ وہ سات ملک یہ ہیں (۱) دورا (۲) کانو (۳) زاریا (۴) گوبیر (۵) کتسنا (۶) بیرام (۷) رانو، ہوسا کے تمام قبائل بُت پرست تھے (۷)

چودھویں صدی عیسوی میں مالی کے فقہا کے ذریعہ مغرب کی طرف سے بعض اسلامی افکار کی آمد شروع ہوئی۔ اسی کے ساتھ دوسری اسلامی رو شمال سے المغرب کے فقہا کے ذریعہ آنی شروع ہوئی جن میں مشہور فقیہہ ابو عبداللہ محمد بن عبدالکریم المغیلی بھی شامل تھے (۸)

مشرق کی جانب سے تیسری رو برنو سے آئی اور چوتھی رو پندرھویں صدی عیسوی کے اواخر اور سولہویں صدی عیسوی کے اوائل میں گئی اور تنبکت کے ان تاجروں کے ذریعہ پہنچی جو کانو اور کتسنا آتے جاتے تھے۔

---

(۶) BOVILLO, E.A: THE GOLDEN TRADE OF THE MOORS, P. 220

(۷) IBID : OP.CIT

(۸) HUNWICK, J.O.: ROLIGION AND STATE IN THE SONGHAY EMPIRE ISLAM IN TROPICAL AFRICA, P. 305

اسی دوران ہوسائی ملکوں کی تجارت وسیع ہوگئی اور یہ تاجر اس علاقے میں مستقل قیام پذیر ہو کر دین اسلام کی تدریس و تبلیغ اور مالکی مذہب کی نشر و اشاعت کرنے لگے۔[۹] سولہویں صدی عیسوی میں ہوسائی ریاستوں کے حکومت سنغی کے زیر نگیں ہو جانے کی وجہ سے بھی اسلامی رجحانات کی قوت میں اضافہ ہوا۔ اس مملکت کے زوال اور تنلبکت کے مراکشیین کے تسلط میں آجانے کے بعد کانو اور کتسنا نے وہاں سے ترک وطن کرنے والے بہت سے علماء کو خوش آمدید کہا اور ان کی سرپرستی، ہمت افزائی اور مہمان نوازی کی۔[۱۰]

لیکن ان تمام کوششوں کے باوجود جو ہوسا میں اسلام پھیلانے کے لئے کی گئیں اسلام وہاں کبھی غالب نہیں ہو سکا اور انیسویں صدی عیسوی کے آخر تک بھی وہاں بہت سی بت پرست آبادیاں باقی رہیں[۱۱] اور جلد ہی ہوسا کے بعض بادشاہوں کی اسلام اور اسلامی ثقافت سے والہانہ وابستگی یکسر ختم ہوگئی، چنانچہ انیسویں صدی عیسوی میں فلانیوں کے اصلاحی انقلابات سے پہلے یعنی سترھویں اور اٹھارویں صدی عیسوی میں ہمیں کوئی اسلامی سرگرمی نظر نہیں آتی۔

تیرھویں صدی عیسوی میں ہوسا کو پر امن ترک وطن کا سامنا کرنا پڑا جس کا ہوسا کی تاریخ پر بہت گہرا اثر پڑا، یہ ترک وطن ان فلانیوں کا تھا جو اپنے آبائی وطن سے ملک سینیگال میں تو تا تور آگئے تھے۔ مہاجرین دو حصوں میں منقسم ہو گئے۔ ایک وہ جنہوں نے شہروں میں سکونت اختیار کرلی اور فلانی جدّا (مخلوط فلانی) کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ لوگ شادی بیاہ کے ذریعے ہوسائی قبائل میں گھل مل گئے۔[۱۲] ان لوگوں نے اسلام قبول کر کے نہایت خلوص سے اس کی خدمت کی، دوسرے وہ بدوی قبائل تھے جنہوں نے ہوسائی قبائل سے میل جول نہیں رکھا۔ یہ لوگ بورو جی (گائے چرانے والے) کے نام سے مشہور ہوئے اور اپنے بت پرستانہ مذہب پر قائم رہے

۹۔ WALDMAN, M.R. : THE FULANI JIHAD, JOURNAL OF AFRIEAN HISTORY, VOL. IV. 1965, P. 333

۱۰۔ حسن احمد محمود۔ الاسلام والثقافۃ العربیۃ فی افریقیا ۲۷۵ ۔

۱۱۔ WALDMAN, J.O. OP. CIT.

۱۲۔ FAGE, J. D. : AN INTRDUCTION TO THE HISTORY OF WEST AFRICA, P. 35

اٹھارویں صدی کے اواخر میں فلانی جِدّا نے ہوسا کے باشندوں میں ایک نہایت اہم عنصر کی حیثیت اختیار کرلی۔ ان میں سے بہت سے اپنی ذہنی استعداد اور صلاحیتوں کے بل بوتے پر حکومت کے اعلیٰ ترین عہدوں پر فائز ہوئے[۱۳]۔

انیسویں صدی میں ہوسا کی اصلاحی تحریکات کے قائد شیخ عثمان بن فودی[۱۴] تھے۔ عثمان بن فودی کا سلسلۂ نسب اس فلانی قوم سے ملتا ہے جو تیرہویں صدی عیسوی میں فوتا تورا اور سینیگال میں اپنے آبائی وطن کو چھوڑ کر چلے آئے تھے۔ ان کا خاندان ہوسا میں مستقلاً آباد ہوگیا تھا۔ عثمان بن فودی ۱۷۵۴ء کے لگ بھگ مملکت گوبیر کے ایک گاؤں طفل میں پیدا ہوئے۔ ان کی نشوونما دینی ماحول میں ہوئی اس لئے کہ ان کے آباؤ اجداد نے قدیم زمانے سے ہی اسلام قبول کرلیا تھا۔ ان کے والد اور خاندان کے دوسرے افراد علمی کاموں میں مصروف رہتے تھے۔ عثمان بن فودی نے ابتدائی دینی اسباق اپنے والد محمد، اپنی والدہ حوّاء اور اپنی دادی رقیہ سے حاصل کئے۔

انھوں نے عربی زبان، فقہ اور حدیث اغادس اور ہوسا میں اپنے زمانے کے علماء سے پڑھی۔ جبریل بن عمر غالباً ان کے وہ استاد ہیں جنہوں نے ان پر قوی اثرات چھوڑے[۱۵]۔ بعد میں عثمان بن فودی نے حجاز کا سفر کیا۔ وہاں وہ وہابی اصولوں سے بہت متاثر ہوئے یہی وہ اصول تھے جن کی وجہ سے ان کے دل میں اپنے ملک کے معاشرہ کی اصلاح اور ہوسا میں مروّجہ بدعات وخرافات کے خلاف جنگ کرنے کی شدید خواہش بیدار ہوئی، اس لئے کہ ان کے وطن میں اسلامی تعلیمات اور بت پرستانہ رسوم وعادات باہم گڈمڈ ہوگئی تھیں اور کچھ

۱۳؎ BOVILLE, E. A.: THE GOLDEN TRADE OF THE MOORS, P.224, BIVAR, A.D.D.H.: WATHIQAT, J.A.H: VOL. II NO.2. 1961, P.235

۱۴؎ عرف باسم "عثمان دان فودیو" اسمه: ابن الفقیه، واسمه عثمان بن محمد بن صالح. ومن القاب التشریف التی تلقب بها: نور الزمان، ومجدد الاسلام، والشیخ،

۱۵؎ WALDHAN OP. CIT P.337 -

مسلمان اپنے دین سے مرتد ہو گئے تھے[16]۔

۱۷۷۵ء میں عثمان بن فودی نے اپنی تبلیغ وہابیوں کے طرز پر شروع کی۔ یہ موعظہ حسنہ کے ذریعے دین کی دعوت تھی، ان کے اصلاحی طریقۂ کار سے اسلامی معاشرہ کو خلفائے راشدین کے زمانے کی پہلی سی سادگی اور روحانی پاکیزگی کی طرف لے جانے کی شدید خواہش کا اظہار ہوتا ہے۔ انہوں نے قرآن، سنّت اور اجماع سے ماخوذ شریعت اسلامیہ کو ازسرِنو زندہ کرنے کی دعوت دینا شروع کی۔[17]

جب ان کے مریدین اور متبعین کی تعداد زیادہ ہو گئی تو انہوں نے اپنی دعوت کو دوسرے مرحلہ میں لے جانا چاہا اور اپنی پشت پناہی کے لئے کسی بادشاہ کے ساتھ تعلّقات استوار کرنے کے بارے میں سوچنے لگے۔ چنانچہ وہ اس زمانے میں ہوسا کے سب سے طاقتور بادشاہ نافتا شاہ گوبیر کے پاس پہنچے۔ یہ ایک بُت پرست بادشاہ تھا۔ انہوں نے اس کے سامنے اسلام کی حقیقی تعلیمات پیش کیں، اور اس سے دینی شعائر و حدود کے احیاء اور لوگوں کے درمیان عدل قائم کرنے کی درخواست کی! بتدائیں نافتا نے ان کی درخواست قبول کر لی اور انہیں اپنے دربار میں مسند ارشاد و فتویٰ سونپ دی[18] لیکن ان سرکاری تعلّقات کی وجہ سے بعض حاسد علماء ان پر نکتہ چینیاں کرنے اور ریاکاری و طلب جاہ کی تہمتیں لگانے لگے۔ ان لوگوں نے بادشاہ کے ہاں بھی ان کی شکایتیں کیں جس کی وجہ سے ان کے اور بادشاہ کے درمیان کچھ شکر رنجی ہو گئی[19]۔ اور شیخ وہاں سے زمفرہ اور کیبی چلے آئے جہاں انہوں نے تبلیغ اسلام میں پانچ سال بسر کئے۔ اور ان کے ہاتھ پر متعدد بُت پرستوں نے اسلام قبول کر لیا اور بہت سے مرتدین نے بھی توبہ کر لی۔

گوبیر کا حکمران شاہ نافتا شیخ کے معاونین کی روزافزوں تعداد کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ اور اس کے غیظ و غضب کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ چنانچہ اس نے حکم جاری کر دیا کہ صرف وہ لوگ دینِ اسلام پر قائم رہ سکتے ہیں جن کے والدین مسلمان تھے۔ رہے وہ لوگ جن کے اپنے والدین مسلمان نہیں تھے وہ دوبارہ بُت پرست ہو جائیں

---

[16] آدم عبداللہ الالوری : الاسلام فی نیجیریا ، ۳۱۔

[17] WALLIS, J.R, J.A.H. VIII No 3. 1967. P. 408

[18] آدم عبداللہ الالوری : الاسلام فی نیجیریا - ص ۳۷۔

[19] - المصدر السابق۔

جو اُن کے آبا و اجداد کا اصلی دین ہے۔ [۲۰]

اس حکم کو سُن کر شیخ اور ان کے انصار کے غم و غصہ کی انتہا نہ رہی اور انہوں نے ہجرت، جہاد فی سبیل اللہ اور دین کی مدافعت کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ نافتا کی وفات کے بعد اس کا بیٹا یونفا تخت نشین ہوا، یہ شخص اگرچہ شیخ عثمان کا شاگرد تھا لیکن بت پرستی کی حمایت میں اپنے باپ سے کم نہیں تھا۔ یونفا نے شیخ کی قوت اور ان کے ساتھیوں کی نفری بڑھنے میں اپنے تخت کے لئے خطرہ محسوس کیا۔ اس لئے اس نے شیخ کو دھوکے سے قتل کرا دینے کی سازش کی لیکن شیخ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے بادشاہ کی تدابیر الٹی ان کے معاونین اور شاگردوں کی تعداد کے بڑھنے کا سبب بن گئیں اور وہ اپنے معاصرین کی نظر میں قومی ہیرو قرار پا گئے (۲۱)

بادشاہ نے شیخ کو تنہا ملک چھوڑنے کا حکم جاری کر دیا تاکہ اسکی رعایا شیخ کے گرد جمع ہو کر اس کی سرداری کے لئے خطرہ نہ بن سکے۔ فروری ۱۸۰۴ء میں شیخ عثمان بن فودی اپنے مخلص متبعین کی ایک جماعت کے ہمراہ صحرا کے اطراف کے ایک شہر جوڈو کی طرف ہجرت کر گئے۔ شیخ نے اپنے انصار کے لئے اس ہجرت کو دار الکفر سے دار الہجرت کی طرف روانگی قرار دیا (۲۲)

اسی سال جون کے مہینے میں شیخ عثمان کے ساتھیوں نے گوبیر کے بادشاہ اور اس کے حلفاء کی سختیوں پر فتح حاصل کر لی۔ فلانیوں کے بہت سے دیہاتی اور شہری قبائل نے ان کی دعوت کو لبیک کہا اور ان کے لشکر میں شامل ہو کر حمایت دین کی غرض سے جنگ کرنے کے لئے ان کی ہجرت گاہ میں پہنچ گئے اور ان سے اللہ و رسولؐ کی اطاعت اور جہاد یا موت پر بیعت کر لی اور ان کو امیر المومنین تسلیم کر لیا۔ (۲۳)

شیخ عثمان بن فودی نے اعلان جہاد کر کے اپنے چودہ ساتھیوں کو جھنڈے عطا کئے۔ گوبیر کے بادشاہ کی شکست کی وجہ سے ہوسا بھر میں خوف و ہراس اور ابتری پھیل گئی اور بادشاہ نے ہوسا کے تمام بادشاہوں

---

(۲۰) SMITH, M.G : THE JIHAD OF SHEHU DAN FODIO ISLAM TROPICAL AFRICA, P. 415

(۲۱) BOVILLE, E.A. : OP. CIT, P. 225

(۲۲) SMITH, M.G : OP. CIT. P. 415

(۲۳) BOVILLE, E.A : OP. CIT. P. 225

کو فلانیوں سے جنگ کرنے پر آمادہ کرنا شروع کیا (۲۴)، گوبیر کے دارالحکومت کلاوہ پر قبضہ کرنے کیلئے فلانیوں نے متعدد کوششیں کیں۔ ۱۸۰۸ء میں کلاوا کے فلانیوں کے قبضے میں آنے سے قبل ہی فلانی فوجیں زاریا (۱۸۰۴ء) اور کتسنا اور کانو (۱۸۰۵ء) پر قابض ہو چکے تھے (۲۵)

گوبیر ہاتھ سے نکل جانے کے بعد ہوسا کے ملکوں میں اتنی قوت باقی نہ رہی تھی کہ وہ فلانیوں کے سامنے ٹھہر سکتے۔ ۱۸۱۰ء میں قریب قریب ان سب کو شکست ہو گئی، یہاں تک کہ ہوسا کے ساتوں ممالک شیخ عثمان بن فودی اور ان کی جماعت کے قبضہ میں آ گئے۔ (۲۶)

شیخ عثمان بن فودی کا خیال تھا کہ ان کی اصلاحی تحریک برنو میں بھی عام ہونی چاہیئے چنانچہ ۱۸۰۸ء میں فلانیوں نے برنو پر حملہ کر دیا اور وہاں کے دارالحکومت پر قابض ہو گئے، لیکن شیخ محمد امین الکانمی فولانیوں کے لشکر کا کامیاب مقابلہ کرنے اور ان کو برنو سے نکال دینے میں کامیاب ہو گئے اور صرف بعض ایسے دور دراز علاقے فولانیوں کے قبضے میں رہ گئے جو برنو کی مغربی سرحد سے متصل تھے (۲۷)

اس طرح فلانیوں نے اپنے جہاد کا آخری مرحلہ ۱۸۱۰ء میں طے کر لیا۔ اور ایک ایسی اسلامی سلطنت کی بنیاد ڈالی جس کا رقبہ ہوسا کے تمام ممالک پر مشتمل تھا۔ شیخ عثمان نے سوچا کہ انتظامی اور حکومتی معاملات کو اپنے بیٹے محمد بلو اور اپنے بھائی وزیر عبداللہ بن فودی کے سپرد کر دیں۔ چنانچہ انھوں نے ملک کا انتظام ان دونوں میں تقسیم کر دیا۔ مشرقی علاقہ جس کا دارالحکومت سکوتو تھا محمد کے انتظام میں دیا اور مغربی علاقہ کا حاکم عبداللہ کو بنایا، جس کا دارالحکومت گنڈو کے صوبہ میں جاندو تھا (۲۸)۔ خود اپنے لئے شیخ عثمان نے یہی پسند کیا کہ درس و تدریس، تبلیغ اسلام اور لوگوں کو دین سکھانے

۲۴۔ BOVILLE, E.A. : OP. CIT. P.P. 225-6

SMITH. M.G : OP. CIT. P. 416

۲۵۔ BOVILLE. E.A. : OP. CIT. P. 226.

۲۶۔ FAGE. J.D. : OP. CIT. 35.

۲۷۔ BOVILLE. E.A : OP. CIT. P. 227

۲۸۔ IBID. OP. CIT

کے لئے وقف رہیں ۔ اور رُوحانی قیادت پر اکتفا کریں ۔ چنانچہ انہوں نے سکوتو کو اس مقصد کے لئے اپنا رُوحانی مرکز بنایا ۔

۱۸۱۷ء میں شیخ عثمان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے محمد بلو سے بحیثیت امیر المؤمنین بیعت کی گئی ۔ (ف ۲۹)

عثمان فودی کی زیر قیادت چلائی جانے والی اس مجاہدانہ تحریک کی اصل قدر و قیمت کے بارے میں محققین مختلف الآرائے ہیں ، ہوگبین HOGBEN کی رائے میں فلانیوں نے دین کو محض دُنیا حاصل کرنے کے لئے ایک وسیلہ کے طور پر اختیار کیا تھا اور ہوسا کے بادشاہوں کے خلاف جو ان لوگوں پر مظالم توڑتے اور ان کے حقوق ان سے روکتے تھے دین کا استحصال کیا تھا ۔ وہ مزید کہتا ہے کہ یہ جہاد مسلمان اور بُت پرست فلانیوں کی جانب سے قومی تحریک تھی جو گوبیر کے بادشاہ یونفا کے خلاف اس لئے شروع کی گئی تھی کہ وہ اُن کو ختم کر ڈالنا چاہتا تھا ۔ چنانچہ اس جہاد کے خاتمہ پر بُت پرست فلانی دوبارہ اپنی چراگاہوں میں زندگی بسر کرنے لگے جبکہ فلانیوں کے علماء اور قائدین نے شیخ عثمان بن فودی کی قیادت میں پُرانے حکّام کو نکال دینے اور عہدوں کو باہم تقسیم کرنے کے لئے دین کا استحصال کیا ۔ (ف ۳۰)

لیکن یہ رائے ہمارے اس علم سے ہم آہنگ نہیں جو جذبۂ جہاد اور مقاصد جہاد کے بارے میں ہم جانتے ہیں اس لحاظ سے وہ اصلاح کی ایک پُر خلوص کوشش اور بلا امتیاز قومیت سرکشوں کے خلاف جہاد تھا[ف ۳۱] ۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس جہاد نے ہوسا اور فلان کو ایک دُوسرے سے ملا دیا تھا ۔ کمانڈروں اور علم برداروں کو نکال کر ہوسا کے مجاہدین کی تعداد فلانی مجاہدین سے کم نہ تھی (ف ۳۲) چودہ علم برداروں میں کم از کم ایک ہوسانی تھا[ف ۳۳] ۔

ف ۲۹ ۔ حسن احمد محمود : نفس المصدر ، ص ۲۹۱

ف ۳۰ ۔ HOGBEN, S.G: THE MOHAMMEDAN EMIRATES OF NIGERIA P. 110
C.F. SMITH, M.G.: THE JIHAD. P. 409

ف ۳۱ ۔ SMITH, M.G : THE JIHAD, P. 409

ف ۳۲ ۔ IBID. OP. CIT.

ف ۳۳ ۔ ALLAN BURNS, HISTORY OF NIGERIA P. 46

پھر ہوسا میں بھی تمام فلانیوں نے عثمان بن فودیؒ کے ساتھ جہاد میں شرکت نہیں کی۔ ان میں سے ایک گروہ نے ہوسا کے بادشاہوں کے ساتھ رہ کر جنگ کی اور دوسرا گروہ غیر جانبدار رہا۔ خود مقامی باشندوں میں بہت سے لوگ جنہوں نے یہ سمجھا کہ یہ جہاد اعلاء کلمۃ اللہ کی غرض سے ہو رہا ہے وہ اپنے ہم وطنوں کے خلاف بلا امتیاز فلانی اور ہوسانی تحریک جہاد میں شامل ہو گئے (۳۴)

یہ تحریک جہاد صرف بت پرستوں (کافروں) ہی کے خلاف نہ تھی بلکہ مرتدوں اور ان حدود فراموش مسلمانوں کے خلاف بھی تھی جو اسلام میں مشرکانہ رسوم ملائے ہوئے تھے۔ اس سلسلے میں شیخ عثمان بن فودی نے سولہویں صدی عیسوی میں توات کے مشہور فقیہہ شیخ مغیلی کی اس رائے کو اختیار کیا تھا جو انہوں نے اپنی ایک تصنیف میں ان لوگوں کے متعلق ظاہر کی ہے جن سے لڑنا اور جہاد کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ اس قسم کے لوگ یہ ہیں (۱) کافر (۲) دین اسلام سے پھر جانے والا (مرتد) (۳) وہ شخص جو اسلام کا دعویٰ کرنے کے باوجود اسلام کے ساتھ کفر و شرک کی آمیزش کرتا ہے[۳۵]۔ چنانچہ شیخ عثمان بن فودی نے ہوسا کے بادشاہوں کو تیسرے گروہ میں شمار کر کے ان کے خلاف جہاد کرنا مسلمانوں پر فرض قرار دیا۔ جہاد کا اوّلین مرحلہ اچھی بات اور موعظۂ حسنہ سے شروع ہوا۔ جب یہ مفید ثابت نہ ہوا تو جہاد کا دوسرا مرحلہ شروع کرنا پڑا۔ اور انہوں نے اپنے متبعین کے لئے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے ہجرت کو ضروری قرار دیا۔

ان الذین توفاھم الملئکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض الآیہ۔

(ترجمہ) جو لوگ دشمنوں کے ساتھ رہ کر اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر رہے ہیں، ان کی روح قبض کرنے کے بعد فرشتے ان سے پوچھیں گے "تم کس حال میں تھے؟" (یعنی دین کے اعتبار سے تمہارا حال کیا تھا) وہ جواب میں کہیں گے "ہم کیا کرتے؟ ہم ملک میں دبے ہوئے اور بے بس تھے (یعنی بے بسی کی وجہ سے اپنے اعتقاد و عمل کے مطابق زندگی بسر نہیں کر سکتے تھے) اس پر فرشتے کہیں گے (اگر تم اپنے ملک میں بے بس ہو رہے تھے تو) کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی کہ کسی دوسری جگہ ہجرت کر کے چلے جاتے؟" غرضیکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ

---

۳۴ IBID. OP. CIT. P. 46

۳۵ SMITH, M.G. : THE JIHAD. P. 414

ہوا اور دوزخ کیا ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔ مگر ہاں جو مرد، عورتیں، بچے ایسے مجبور اور بے بس ہوں کہ کوئی چارہ کار نہ رکھتے ہوں اور (ہجرت کی) کوئی راہ نہ پاتے ہوں تو اُمّید ہے کہ اللہ (ان کی معذوری دیکھتے ہوئے) انہیں معاف کر دیگا، اور اللہ معاف کر دینے والا بخش دینے والا ہے۔ اور (دیکھو) جو کوئی (اپنا گھر بار چھوڑ کر) راہ خدا میں ہجرت کریگا اُسے زمین میں بہت نجات گاہیں اور کشادگی ملے گی (معیشت کی نئی نئی راہیں اس کے سامنے کھل جائیں گی) اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ اور اُس کے رسولؐ کی طرف ہجرت کر کے نکلے اور پھر راستہ ہی میں) اسے موت آجائے تو اس کا اجر اللہ کے حضور ثابت ہوگیا (وہ اپنی نیّت کے مطابق اپنی کوشش کا اجر ضرور پائے گا) اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ [۳۶]

محمد بلو نے اپنی کتاب "انفاق المیسور" میں تین صورتیں ایسی بیان کی ہیں جن میں مُسلمانوں کے لئے لڑنا اور جنگ کرنا ضروری ہوجاتا ہے، وہ تین صورتیں یہ ہیں (۱) امیر المومنین کی فرمانبرداری کے لئے (۲) مُسلمانوں کی جماعت کے دفاع کے لئے اور (۳) دشمنوں کے ہاتھوں سے مُسلمان قیدیوں کو خلاصی دلانے کیلئے (۳۷)

شیخ عثمان بن فودی کی اس اصلاحی تحریک کو جہاں ہوسا کے بادشاہوں کی طرف سے شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا وہاں بعض ہمعصر علماء وفقہاء کی تنقیدیں بھی سُننا پڑیں۔ ان ناقدین میں سرِفہرست شیخ محمد امین الکانمی تھے۔ جو اپنے زمانے کے ممتاز عالم اور یگانہ علمی شخصیّت تھے۔ شیخ کانمی نے شیخ عثمان بن فودی پر الزام لگایا کہ وہ دُنیوی جاہ ومرتبت کے حصُول کے لئے دین کا استحصال کر رہے ہیں۔

شیخ کانمی نے اسلامی جماعت کے نقطۂ نظر اور ان کے دشمنوں کے ہاتھوں ان کی تکالیف کو تو تسلیم کرلیا لیکن ان تکالیف کو جنگ کے جواز کے لئے کافی نہ سمجھا[۳۸] اس کے برخلاف عثمان بن فودی نے کانمی اور ان کے حامی علماء وفقہاء پر نفاق کا الزام لگایا۔ اس لئے کہ وہ مُسلمانوں کی جماعت کے خلاف ہوسا کے بادشاہوں کا ساتھ دے رہے تھے۔ [۳۹]

---

[۳۶] ـ سورۃ النساء، آیات ۹۷، ۹۸، ۹۹

[۳۷] ـ SMITH, M.G : THE JIHAD, P. 414

[۳۸] ـ BOVILLE, E.A : OP CIT. P. 230

[۳۹] ـ WILLIS, J.R : J.A.H. VIII. NO 3. 1967 P. 414

شیخ عثمان بن فودی نے جہاد کے بارے میں اپنے طرز عمل کو ایک یادداشت[40] میں جسے انہوں نے سودانی مسلمانوں میں نشر کیا تھا واضح طور پر بیان کیا ہے۔ یہ یادداشت اسلامی جماعت کے لئے قابل عمل دستور کا درجہ رکھتی ہے شیخ عثمان بن فودی نے اس یادداشت میں جماعت کی طرف سے امیر یا نائبین امیر کی اطاعت، مسلمانوں کے لئے ہجرت واجب ہونے کے اصول، دارالاسلام اور دارالحرب کا فرق، کفارہ کی تعریف اور کن کن کافروں سے مسلمانوں کے لئے جنگ کرنا ضروری ہے (مسلسل)

---

[40] نشرت هذه الوثيقة مصورة بالزنكغراف ومعها ترجمة انجليزية في :

A.D.D.H. BIVAR, THE WATHIQAT AHL AL-SUDAN

A MANIFESTO OF THE FULANI JIHAD JOURNAL

OF AFRICAN HISTORY, II, NO. 2. 1961, PP. 233-236

بقیہ:- نظرات

آگاہ کیا جائے، ان میں ایمانی و اخلاقی جرأت کو بیدار کیا جائے تاکہ کوئی خود غرض و مصلحت کوش گروہ ان کا استحصال کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

ہمیں اپنے تمام دکھ درد کا مداوا انتخاب میں نظر آرہا ہے۔ ایسا آزادانہ و منصفانہ انتخاب جو باشعور عوام کی طرف سے مخلص، معاملہ فہم، صحیح اور دردمند نمائندوں کو کامیاب بنائے، تاکہ یہ نمائندے اسمبلی میں بیٹھ کر ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے کے بجائے سنجیدگی سے سر جوڑ کر عوام کے حقوق کی ضمانت دینے والا قابل عمل اسلامی آئین بنانے پر توجہ دیں اور قوم کو بھیانک مستقبل سے نجات دلانے میں کامیاب ہو جائیں۔